قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ سورۃ القلم (القرآن)

روزنامہ اوصاف اسلام آباد

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں حرص کے سائے
جو ہم محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

جمعرات 6 جولائی 2000ء 3 ربیع الثانی 1421ھ

سرسید احمد خان اور ولی اللّٰہی تحریک

سرسید احمد خان مرحوم کے بارے میں راجہ انور صاحب کا یہ تاثر کہ وہ شاہ عبد العزیزؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے فکری پیروکار تھے شاید اس واقعہ پر مبنی ہے کہ سرسید احمد خان مرحوم حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے شاگرد تھے جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی حجاز مقدس کی طرف ہجرت کے بعد ولی اللّٰہی جماعت کے علمی سربراہ سمجھے جاتے تھے' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی انہی کے شاگرد ہیں اور اس طرح علی گڑھ تحریک کے بانی سرسید احمد خان مرحوم اور دیوبندی تحریک کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دونوں آپس میں استاد بھائی تھے اور ایک ہی چشمہ علم کے فیض یافتہ تھے لیکن محض استاذی' شاگردی یا کسی درس گاہ سے تعلیم حاصل کرنا ہم خیال ہونے اور فکری پیروکار کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عقائد و افکار اور مشن اور پروگرام کی یکسانیت بھی ضروری ہوتی ہے جبکہ سرسید احمد خان مرحوم نے عقائد و نظریات اور جدوجہد کے حوالے سے جو راستہ اختیار کیا وہ ولی اللّٰہی جماعت سے قطعی طور پر مختلف بلکہ متضاد تھا اس لئے سرسید احمد خان مرحوم کو شاہ عبد العزیز دہلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا فکری پیروکار قرار دینا خود ولی اللّٰہی جماعت کے عقائد و نظریات اور اہداف و مقاصد سے عدم آگاہی کی غمازی کرتا ہے۔

سرسید احمد خان مرحوم نے 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران اور اس کے بعد مسلمانوں کی راہ نمائی کے لئے جو پروگرام تجویز کیا اس کے اہم نکات یہ ہیں کہ:

☆ انگریزی اقتدار کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ نئے حکمرانوں کا ساتھ دیا جائے۔

☆ آزادی کے لئے لڑنے والے گروہوں اور مجاہدین کی مخالفت کی جائے اور انہیں فسادی اور فتنہ قرار دینے میں انگریزوں کی ہمنوائی کی جائے۔

☆ اسلامی احکام و عقائد کے بارے میں مغربی دانش وروں کے اعتراضات کو مسترد کرنے کی بجائے ان کے سامنے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا جائے اور اسلامی احکام و عقائد کی ایسی تشریح و تعبیر کی جائے جو مغرب کے لئے قابل قبول ہو۔

☆ مسلمان انگریزی کی تعلیم حاصل کریں اور جدید علوم سیکھ کر انگریزی حکومت کے مختلف شعبوں میں شریک ہوں اور اس کے کل پرزے بنیں۔

☆ مسلمان اپنے جداگانہ تشخص کی بنیاد پر حقوق کا تحفظ کریں۔

☆ انگریزی تہذیب اور ثقافت کو قبول کیا جائے اور اس پر فخر کیا جائے۔

جہاں تک اسلامی عقائد و احکام کی نئی تعبیر و تشریح کا تعلق ہے سرسید مرحوم اس میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ جلد ششم میں سرسید احمد خان کی کتابوں اور ان کی عبارتوں کے حوالے سے ان کے افکار و خیالات کا جو خاکہ کئی صفحات میں مرتب کر کے پیش کیا ہے وہ اس قدر ہوش ربا ہے کہ اسے پڑھنے کے لئے بھی اچھا خاصا حوصلہ درکار ہے اس میں سے صرف ایک اصولی اور بنیادی بات مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں کہ سرسید احمد خان کے نزدیک وحی کا معنی یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام پیغام لے کر حضرت محمد ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے پاس آتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں وحی کا تعلق خارج سے نہیں بلکہ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کی داخلی کیفیت کا نام ہے اور جبریل علیہ السلام کا بھی کوئی خارجی وجود نہیں ہے اس لئے سرسید احمد خان کے قول کے مطابق نبی اکرم ﷺ یا کسی بھی پیغمبر پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تھی اور اس کیفیت میں ان کی زبان سے جو کلام صادر ہوتا تھا اس کیفیت کا نام جبریل اور کلام کا نام وحی ہے۔ سرسید احمد خان نے اس کیفیت کی نوعیت سمجھانے کے لئے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ یہ اسی طرح ہے جیسے کسی پر جنون یا مرگی کے دورہ کی کیفیت ہو اور اس میں وہ نارمل کیفیت سے ہٹ کر خاص قسم کی گفتگو کرے۔ اس ساری تعبیر و تشریح میں باقی سارے لوازمات سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم کے "کلام الٰہی" ہونے کا عقیدہ اپنی بنیاد سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی بجائے خود جناب نبی اکرم ﷺ کا کلام قرار پاتا ہے' یہ وہی بات ہے جو مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ حضرت محمد ﷺ پر (نعوذ باللہ) جنون کا دورہ طاری ہوتا ہے اور وہ اس کیفیت میں جو کلام کرتے ہیں اسے وحی الٰہی کے نام سے ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس تفصیل سے تو نبوت اور قرآن کریم کی پوری عمارت دھڑام سے زمین پر آ جاتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ سرسید احمد خان فکری طور پر ولی اللّٰہی اکابر کے پیروکار تھے قطعی طور پر ناقابل قبول بات ہے' اور یہی وجہ ہے کہ سرسید احمد خان کے اس فکر اور تعبیرات کو ان کی جماعت حتیٰ کہ مولانا حالیؒ اور مولانا شبلی نعمانیؒ جیسے قریبی رفقاء نے بھی قبول نہیں کیا اور ان حضرات نے کھلم کھلا سرسید احمد خان کے ان خیالات و عقائد سے اختلاف کرتے ہوئے ان سے برات کا اظہار کیا' ہمارے نزدیک سرسید احمد خان کے مذکورہ پروگرام کے صرف دو حصوں کو مسلمانوں میں قبولیت حاصل ہوئی ہے ایک یہ کہ مسلمان اپنے حقوق کا تحفظ جداگانہ تشخص کی بنیاد پر کریں اور دوسری یہ کہ انگریزی تعلیم حاصل کر کے نئے نظام میں عملاً شریک ہوں ان دونوں کی بنیاد ہندو اکثریت کے غلبہ کے خوف سے مسلمانوں کے تحفظ کے جذبہ پر تھی جس میں سرسید احمد خان بلاشبہ مخلص نظر آتے ہیں اور اسی لئے اسے قبول کیا گیا جبکہ ان دو حوالوں سے خود ہم بھی سرسید احمد خان مرحوم کی خدمات' جدوجہد' قربانیوں اور ایثار کے معترف ہیں اور کسی مقام پر بھی اس کے تذکرہ و اعتراف میں حجاب محسوس نہیں کرتے لیکن ان دو امور کے علاوہ سرسید احمد خان مرحوم کے باقی ماندہ افکار و خیالات کو مسلمانوں میں سے کسی سنجیدہ طبقہ نے قبول نہیں کیا اور راقم الحروف اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ اسلامی عقائد و احکام کی نئی تعبیر و تشریح اور انگریزوں کی وفاداری کی تلقین کے بارے میں سرسید احمد خان کا فکری پروگرام ان سے ایک نسل بھی آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس مرحلہ پر ایک اور غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ولی اللّٰہی جماعت کے اکابر نے انگریزی زبان اور جدید علوم کی تعلیم کی بھی مخالفت نہیں کی بلکہ ہر دور میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے البتہ انگریزی زبان کے ساتھ

باقی اگلے صفحے پر

مولانا زاہد الراشدی

خود بخود وارد ہو جانے والی انگریزی ثقافت اور سوچ کی ضرور مخالفت کی ہے چنانچہ اس سلسلہ میں دو حوالے پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں ایک فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہے جو دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے مفتی ہیں اور سرسید احمد خان کے معاصرین میں سے ہیں ان کا یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ میں آج بھی موجود ہے کہ: "انگریزی زبان سیکھنا درست ہے بشرطیکہ کوئی معصیت کا مرتکب نہ ہو اور نقصان دین میں اس سے نہ آوے"۔

دوسرا فتویٰ حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ کا ہے جن کی وفات کے وقت سرسید احمد خان کی عمر صرف سات سال تھی' شاہ صاحبؒ فتاویٰ عزیزی میں لکھتے ہیں کہ:

"انگریزی پڑھنا یعنی انگریزی حروف کا پہچاننا اور اس کی لغت اور اصطلاح جاننا اس میں کچھ قباحت نہیں بشرطیکہ صرف مباح ہونے کے خیال سے انگریزی حاصل کی جائے اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے موافق زید بن ثابتؓ نے یہود و نصاریٰ کی خط و کتابت کا طریقہ اور ان کی زبان سیکھی تھی اس غرض سے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس زبان میں کوئی خط آئے تو اس کا جواب لکھ سکیں ہاں اگر صرف ان کی خوشامد کی غرض سے اور ان کے ساتھ اختلاط رکھنے کے لئے یہ علم پڑھے اور اس ذریعہ سے چاہے کہ ان کے ہاں تقرب حاصل ہو تو البتہ اس میں حرمت اور کراہت ہے"۔

شاہ صاحبؒ کا یہ ارشاد اس امر کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ علماء کرام نے انگریزی زبان کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ انگریز پرستی کے اس رویہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا جس نے آج تک ہمیں ذہنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔